محمد حفیظ خان کے دوناولوں کے کرداروں کا تقابلی جائزہ

A comparative analysis of the characters of two novels of Mohammad Hafeez Khan

Komal Shahzadi
komalkaleem63@gmail.com
Ph.D. Scholar, Urdu Department, G.C.W University, Sialkot, Pakistan

KEYWORDS

Described
Mysterious
Anwasi
Sensitive
Surrounds
Philosophical
Dialogues

DATES

Received	**26-10-2022**
Accepted	**22-12-2023**
Published	**29-12-2022**

QR CODE

ABSTRACT

Muhammad Hafeez Khan is a famous novelist, fiction writer, researcher and critic of the present time. His name needs no introduction in the world of literature. He is a former civil judge and has served in the field of law. Twenty-first century. He is important in the list of novelists. His name is very prominent in the literary circles. The topic under consideration is "Comparative review of the characters of two novels of Muhammad Hafeez". Five of his novels have been published so far. I will try to compare the characters of his two novels "Adh Adhure Log" and "Anwasi". From the title of this novel, the mind of the reader can understand the text within it to some extent. If I talk about the comparative review of both novels, the dialogues of the characters of both novels, their internal self-talk, their thoughts and the events of the lives are described in such an interesting way that each word of the writing opens new doors of understanding for the readers. Muhammad Hafeez Khan's characters usually belong to the lower and middle class and we see His characters are philosophical in their actions and sometimes just a mysterious wonder that surrounds every sensitive person in the journey of life.

DOI:
http://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/81

تلخیص:

محمد حفیظ خان دور حاضر کے مشہور ناول نگار، افسانہ نگار، محقق اور نقاد ہیں۔ ادب کی دنیا میں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ سابق سول جج ہیں اور قانون کے شعبے میں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اکیسویں صدی. وہ ناول نگاروں کی فہرست میں اہم ہیں۔ ادبی حلقوں میں ان کا نام بہت نمایاں ہے۔ زیر نظر موضوع "محمد حفیظ کے دوناولوں کے کرداروں کا تقابلی جائزہ" ہے۔ ان کے اب تک پانچ ناول شائع ہو چکے ہیں۔ میں ان کے دو ناولوں "ادھورے لاگ" اور "انواسی" کے کرداروں کا موازنہ کرنے کی کوشش کروں گی۔ اس ناول کے عنوان سے قاری کا ذہن اس میں موجود متن کو کسی حد تک سمجھ سکتا ہے۔ اگر میں دونوں ناولوں کے تقابلی جائزے کی بات کروں تو دونوں ناولوں کے کرداروں کے مکالمے، ان کی اندرونی خود کلامی، ان کے خیالات اور زندگی کے واقعات کو ایسے دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ تحریر کا ایک ایک لفظ کھل جاتا ہے۔ محمد حفیظ خان کے کردار عموماً نچلے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے کردار اپنے عمل میں فلسفیانہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات محض ایک پراسرار عجوبہ جو زندگی کے سفر میں ہر حساس انسان کو گھیر لیتے ہیں۔

ناول نگار دنیا میں وقوع ہونے والے واقعات کو پیش کرتا ہے اس لئے اس میں کہانی کا ہونا بھی ضروری ہے اس کے بغیر ناول کا تصور ممکن نہیں ہے کوئی ناول نگار صرف کرداروں کو بے حس و حرکت دکھا کر ناول کے فن سے سبکدوش نہیں ہو سکتا وہ اپنے کرداروں کو جب بھی حرکت میں لائے گا کہانی کا تصور پیدا ہو جائے گا کہانی کے لیے اگرچہ کسی نقطہ آغاز یا نقطہ اختتام کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا آغاز اور اختتام خود مختارانہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسلم آزاد لکھتے ہیں:

> "ناول میں دلچسپی "قصہ پن" ہی کے عنصر سے پیدا ہوتی ہے اور اسی خصوصیت کی وجہ سے قاری ناول سے لطف و مسرت کی کیفیات اخذ کرتے ہیں۔"(1)

کردار نگاری ناول کا تیسرا اہم جزو ہے۔ ناول میں پلاٹ کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کردار نگاری کو حاصل ہے۔ کردار نگاری ناول کی کامیابی کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کیوں کہ کردار ناول میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک کامیاب ناول وہ ہے جس کے کردار عام انسانوں جیسی خصوصیت رکھتے ہوں یعنی بول چال، عادات و اطوار، شکل و صورت، افعال و اعمال، حرکات و سکنات معاشرے کے عام انسانوں کی طرح ہوں تاکہ قارئین ان سے متاثر ہوں۔ تمام کردار ایسے ہونے چاہیے جن کا پوری طرح حقیقت سے تعلق ہو۔ کردار جتنے حقیقت سے قریب تر ہوں گے ناول اسی قدر کامیاب ہو گا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اسلم آزاد، ڈاکٹر فقیر حسین "اردو ناول کا ارتقا" میں رقمطراز ہیں:

> "ناول زندگی کے اظہار کا وسیلہ کردار ہی ہے۔ یہ کردار ہماری حقیقی زندگی سے جتنا زیادہ قریب ہوں گے، ناول میں پیش کردہ زندگی کی واقعیت اتنی ہی پر کشش اور با اثر ہو گی۔"(2)

کردار دو حصوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ایک سپاٹ اور دوسرا پیچیدہ جو کردار وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں وہ پیچیدہ کہلاتے ہیں جیسے پریم چند کا ہوری اور امر کانت، مرزا ہادی رسوا کے امراؤ جان اور سلطان مرزا۔اسی طرح کے کردار جیتے جاگتے ہیں اور ادب کی دنیا میں امر ہو جاتے ہیں۔اور کردار ابتدا سے محروم ہوتے ہیں اور پورے ناول میں ایک ہی سے رہتے ہیں وہ سپاٹ کہلاتے ہیں۔یہ سپاٹ کرداروں کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جب بھی سامنے آتے ہیں آسانی سے پہچان لیے جاتے ہیں۔نذیر احمد کے مرزا ظاہر دار بیگ اور سرشار کے خوجی اس کی مثال ہیں۔یہ دلچسپ ہو سکتے ہیں مگر سچ مچ کے انسانوں سے ملتے جلتے نہیں ہوسکتے۔ای۔ایم۔فارسٹر لکھتے ہیں:

> "سپاٹ کرداروں کا افادی پہلو یہ ہے کہ قاری ان کو بعد تک بہ آسانی یاد رکھتا ہے۔کردار اس کے ذہن میں ناقابل تغیر کردار کی حیثیت سے اس وجہ سے محفوظ رہتے ہیں کہ حالات سے اثر قبول کر کے ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔(3)

محمد حفیظ خان موجودہ دور کے نامور ناول نگار،افسانہ نگار، محقق اور نقاد ہیں۔ان کا نام ادب کی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔سابقہ سول جج اور قانون کے شعبے میں اپنی خدمات سر انجام دے چکے ہیں۔اکیسویں صدی کے ناول نگاروں کی فہرست میں ان کا اہمیت کا حامل ہے۔ان کا نام ادبی حلقوں میں بہت نمایاں ہے۔زیر نظر موضوع"محمد حفیظ کے دوناولوں کے کرداروں کا تقابلی جائزہ"ہے۔ان کے اب تک پانچ ناول منظر عام پر آچکے ہیں۔میں ان کے دوناولوں"ادھ ادھورے لوگ"اور"انواسی"کے کرداروں کا تقابلی جائزہ لینے کی سعی کروں گی۔ناول "ادھ ادھورے لوگ" کی اشاعت سوم 2021ء میں بک کارنر جہلم سے ہوئی۔اس ناول کے عنوان سے ہی اس کے اندر کے متن کا کچھ حد تک قاری کا ذہن سمجھ سکتا ہے۔ایک عمدہ ناول کا انحصار پلاٹ کے بعد اس کے کرداروں پر ہوتا ہے۔اگر کردار منفرد ہوں تو تخلیقی متن قاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے،اُسے مطالعہ کے دوران اُکتاہٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔محمد حفیظ خان اس میں کامیاب نظر آتے ہیں کیونکہ ان کا قانون کے پیشے سے وابستہ رہنااور ہزاروں کرداروں سے ان کا سامنا ہونااور روز کئی کرداروں کی کہانیاں سن کر فیصلہ صادر کرتے رہے ہیں۔ایسے شخص کے پاس نہ کہانیوں کی قلت ہوتی ہے اور نہ منفرد کرداروں کی۔"ادھ ادھورے لوگ"جس کے مرکزی کردار فیاض، تلسی، حکیم رام لعل جبکہ ثانوی کرداروں میں مہراں،وادھو،بیگم بدرالدین، تلسی کی ماں اور دھچرو غیرہ شامل ہیں۔

فیاض کا کردار شریفانہ طبیعت کا حامل ہے،جو ایک سلجھا،ایماندار اور پارسا کردار کے طور پر دکھایا گیا ہے۔دوسری جانب یہ اپنی شناخت کی بھول بھلیوں میں بھی الجھا نظر آتا ہے۔جیسے ناول میں ایک جگہ اس کی کیفیت کو یوں قلمبند کیا گیا ہے۔

> "میری پہچان اور میری شناخت کیا ہے،مجھے کوئی کیوں نہیں پہچانتا؟یہ کیسی گرد ہے جو میرے وجود کو لپٹی ہوئی ہے کہ جس کے گھیر میں،میں اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان پارہا۔"(4)

فیاض کے والد نذیر حسین کی کوشش تھی کہ فیاض کسی طور فوج کی ملازمت کی طرف راغب کیا جائے۔اس کے والد دل گرفتہ کہ اس کا بیٹادس جماعتیں پاس کرنے کے بعد بھی روز گار کی طرف نہیں آرہا تھا۔اسی کشمکش کے دنوں میں ایک روز فیاض کو بخار ہو گیا۔اس کے والد گرامی اسے حکیم رام لعل کے پاس لے گیا۔اس کے مطب میں فیاض کو اپنی بیماری بھول گئی اور اسے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ اسی جگہ کی تلاش میں تھا۔ حکیم اور مطب کو دیکھتے اسے حکمت سیکھنے کی سوجھی اور حکیم رام لعل کا شاگرد بننے کی خواہش ظاہر کی۔ حکیم رام لعل کے گھر جانے کے بعد مریضوں کو فیاض دیکھتا تھا۔فیاض کے مطب میں آتے ہی ہر خاتون کی خواہش ہوتی کہ وہ اپنی نبض حکیم کی بجائے فیاض کو دیکھائیں،جو نہ کوئی بیماری ہونے کے باوجود معالجے کے لیے مطب تشریف لے آتی تھیں۔فیاض مطب میں تو شام سے عشاء تک باقاعدگی کے ساتھ بیٹھنے لگ گیا مگر پوری کوشش کے باوجود جوان لڑکیوں کے ہجوم کو کم نہ کر سکا جو اسے نبض دکھانے کی خواہش میں عصر کے بعد ہی سے بھنبھنانے لگ جاتی تھیں۔ان سب حالات کو دیکھتے وہ عجیب سی کشمکش کا شکار رہتااور اس کا کردار اس معاملے میں الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ناول میں اس کی کشمکش کا یوں تذکرہ ملتا ہے:

"فیاض کچھ نہ سمجھ پا رہا تھا کہ اُس کی منزل کون سی ہے اور اُس کی پہچان کیا ہے۔۔۔۔مگر مسلسل سوچتے رہنے پر بھی اُسے کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔ابھی تک یہ سب گرداب میں تھا۔"5

فیاض کا کردار کئی طرح کے الجھاؤ کا شکار تھا۔ حکیم نے کس طرح اُسے اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا۔اگرچہ اس پر اعتماد کیا گیا تھا مگر اس اعتماد کا مفاد کس کو تھا۔مہراں اُس پر مہربان فقط حاملہ ہونے کی آرزو میں۔اسی طرح تلسی تھی۔چچااور باقی کی خوشی اس میں تھی کہ حکیم کی امانت ان کو دے دیتا۔ریاست کے نام ونشان کے لیے دس برس جیل کاٹی جس کے بعد اس نے اپنی شناخت کی جستجو نہ رہی:

"ضروری نہیں کہ زندگی کا کوئی مقصد ہو،زندگی بلا مقصد ضروری کہ چسولی ہو سکتی ہے۔"(6)

آخر ایک دن اس کا نام بھی اس کی شناخت کی طرح مٹی کی نذر ہو جاتا ہے۔اس کی تحریک کے لیے خدمات اور سرگرداں بھی خاک میں مل جاتی ہیں۔جلسے کے دوران افراتفری میں کئی افراد گولیوں کی نذر ہوئے۔سب سے پہلی لاش تمام عمر اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں رہنے والے فیاض کی تھی۔فیاض جیسا کردار تمام عمر اپنی شناخت اور اپنی دھرتی کا متلاشی رہا لیکن اس کے ساتھ اس کی شناخت بھی ادھ ادھوری ہی رہی۔اس کا سفر شناخت سے شروع ہوا اور ادھوری شناخت پر اختتام ہوا۔ہمیں فیاض جیسے بہت سے کردار ملتے ہیں جو اپنی ذات کے متلاشی ہوتے ہیں اور اسی سفر کو نامکمل چھوڑ کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔حفیظ خان کا یہ کردار توانااور جوش وجذبے سے لبریز تھا چاہے وہ ادھ ادھورہ ہی تھا لیکن اس کا سفر باہمت کردار کا تھا۔

حکیم رام لعل کا کردار ہمارے معاشرے کا وہ کردار ہے جو معاشرے کی مناسبت کو مدنظر رکھتے اپنے کاروبار کو چمکانے کے لیے فیاض جیسانوجوان مطب پر رکھا،جس سے دکانداری مزید چمکی بھی ا ور خواتین کے ہجوم میں اضافہ بھی ہوا۔خواتین کی سائیکی سے بخوبی واقف ہو گیا تھا۔جیسے فیاض کے بتانے پر کہ خواتین کی نبض کے مطابق ان کو کچھ نہیں ہو تا لیکن محض مطب میں آنے کے

بہانے کی متلاشی نظر آتی ہیں۔بقول حکیم رام لعل کہ انکو دو پڑیاں پھکی کی دے کر ان کی نیت کا علاج ہو جاتا ہے اور ہماری گاہکی کی رونق لگی رہتی ہے۔ حکیم رام لعل جو شفا دینے والے کی طرح جانا جاتا تھا۔ لیکن اس کے کردار میں منافقانہ رویہ بھی پایا جاتا ہے۔جو سارا دن حکمت کی گدی پر بیٹھا کر شفا بانٹتا ہے حکیم رام لعل کے مطابق بے ایمانی بھی بیماری ہے جو دو پڑیاں دے کر کرتا تاکہ اس کی روزی میں اضافہ ہوتا

"حکیم لوگوں کی بے ایمانی کا علاج بے ایمانی سے کرے گا تو پھر حکیم کی بے ایمانی کا علاج کون کرے گا۔"(7)

یہ سوچ فیاض کو بھی مزید اضطراب میں ڈال دیتی ہے۔ لیکن دوسری جانب یہ کردار میں دلجوئی اور ہمدردی بھی پائی جاتی ہے جب حکیم رام لعل ہندوستان جانے کا فیصلہ کرتا ہے تو اپنے تمام اثاثے فیاض کے نام کرتا ہے:

"یہ میرے مکان اور دکان کے کاغذات ہیں۔ دونوں تمہارے نام لگوادی ہیں۔ یہ سبھی کچھ تمہارا، تانگہ گھوڑا بھی تمہارا۔ قسمت میں ہوا اور واپس آ گئے تو پھر دیکھا جائے گا۔"(8)

ناول کے تمام کردار تقریبا معاشرتی جبر نے ان سارے کرداروں کو یکجا کر کے ایک دھاگے میں پرو رکھا تھا۔اس ناول کے نسوانی کردار زیادہ زور دار ہیں۔کچھ جگہوں پر زنانہ کردار حاوی ہوتے دیکھے جاسکتے ہیں جیسے وادھو کا کردار ہے جو اپنی زوجہ مہراں پر تشدد کرتا ہے اس کا کردار کس جگہ زوردار وہیں کئی جگہ کمزور بھی نظر آتا ہے۔ جیسے ایک دن مہراں پر وادھو بہیمانہ تشدد کرتا ہے تو وہ اس کے آگے سینہ تان کر کھڑی ہو جاتی ہے اور اُس کو غصہ و قہر کے عالم میں اس قدر ضرب لگاتی ہے کہ وہ غنودگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں فیاض موقع پر پہنچ کر وادھو کو مہراں سے بچاتا ہے۔ناول میں تلسی کے بعد مہراں کا کردار جس میں مزاحمت پائی جاتی ہے:

"وادھو کا بیوی پر جسمانی تشدد کوئی نئی بات نہیں تھی، آئے روز کی وہی کہانی مگر آج کی چوٹ مہراں کو کچھ ہٹ کے لگی تھی کہ جس نے اس کے بدن کے ریشے ریشے میں کسی باولے جن کو گھسا دیا تھا۔۔۔۔۔بیٹے کو مرتا دیکھ کر وادھو کی ماں نے چولہے میں سے ادھ جلی لکڑی نکالی اور اس کے دو تین وار مہراں کی پشت پر کیے مگر سب غیر موثر۔"(9)

نسوانی کرداروں میں مرکزی کردار تلسی کا تھا جو جنسی جبلت میں مبتلا نظر آتا ہے۔ حکیم رام لعل کی اکلوتی بیٹی جس کا رشتہ طے کر دیا جاتا ہے مگر اُسے یہ مرد ادھ ادھورا لگتا تھا مردوں والی کشش اسے محض فیاض میں نظر آتی ہے۔جوں اس کے مکلاوے کے دن قریب آ رہے تھے اس کی فیاض کے ساتھ مل بیٹھنے کی خواہش آتش بنتی جا رہی تھی۔ تلسی کا کردار ہمارے معاشرے کی روایات میں جکڑا نظر آتا ہے جو خود ساختہ قیدی نہیں بلکہ سماج کے رسم ورواج اسے اس جانب گامزن کرتے ہیں۔جن کی وہ پابند بھی رہنا چاہتی ہے اور نہیں بھی۔اس کے کردار میں عجیب سی نفسیاتی کشمکش ہے اور ادھوری حسرتوں میں لپٹا ہوا کردار ہے۔ جنسی حبس اور

کشمکش اس کی ادھ ادھوری خواہشات کا ہی نتیجہ تھا۔ جو اپنے خوابوں کو اپنی طاقت نہیں بنا سکتیں وہ اپنے خوابوں کے ہاتھوں ہی ماری جاتی ہیں۔ ہمارے سماج میں تلسی جیسے بہت سے کردار موجود ہیں جو ایسی سوچ میں مبتلا نظر آتی ہیں کہ جہاں شعور کی پہلی دید کے ساتھ ہی انہیں اپنی زندگی آپ جینے کی بجائے ایک ایسی جونک ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے کہ جس کا مقدر ایک مرد کے وجود کے ساتھ جڑے رہنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہمارے ہاں ایسے مشرقی قبیلے بھی موجود ہیں جہاں لڑکی پیدائش سے لحد تک اس کی زندگی کا ایک مقصد جوڑ دیا جاتا ہے جو کہ شادی کی رسومات ہے۔ تلسی کو وشنو سے شادی کرنے میں کراہٹ بھی محسوس ہوتی تھی دوسری جانب وہ انکاری کی جرآت بھی نہیں رکھتی تھی۔ بغاوت کا عنصر اس میں موجود تھا مگر وہ خامشی اختیار کیے رکھتی ہے:

"تلسی اپنی زندگی کے ان اہم ترین دنوں کو بھی ان دیکھی خجالت کی سولی پر لٹکائے بیٹھی تھی محض اس انتظار میں کہ اس کے مکلاوے سے پہلے پہلے کوئی لمحۂ نصیب کا ضرور ایسا آئے گا کہ وہ فیاض کے نام کی ہوئی تصوراتی امانت کا بوجھ اتار کر ہلکی پھلکی ہو بیٹھے گی۔"(10)

حفیظ خان کا دوسرا ناول "انواسی" ہے جو بک کارنر سے 2019ء میں شائع ہوا یہ اکیسویں صدی کا ایک اہم ناول ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ افتخار عارف کی رائے سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے انواسی کے متعلق دی ہے:

"حفیظ خان کے ناول 'انواسی' کا اردو فکشن کی تاریخ میں اپنے دیگر فنی محاسن کے علاوہ ایک امتیاز یہ بھی ہے۔۔۔۔۔ ناول کے اس عہد میں 'انواسی' ایک روشن باب کی طرح سامنے آیا ہے۔"(11)

اس کے مرکزی کرداروں میں انواسی، سیدا، منگر، جان برنٹن اور دوسرے ثانوی کرداروں میں ایما، مولوی جاراللہ، بخشو، مولوی کا بیٹا اور انواسی کی ماں وغیرہ شامل ہیں۔ سب سے پہلے انواسی کے کردار کا جائزہ لیتی ہوں۔ انواسی کا نکاح اس کی ماں نے بچپن میں ہی سیدے کے ساتھ کر دیا جو اس کا خالہ زاد تھا۔ لیکن انواسی اس بچپن کے نکاح سے ناخوش تھی۔ انواسی ایک خوش شکل لڑکی تھی جس کا کردار کہیں بغاوت بھی کرتا نظر آتا ہے اور کہیں کمزور پڑتا بھی نظر آتا ہے۔ اس کردار میں جو ناول کا مرکزی نسوانی کردار ہے جو جنسی کشمکش کا شکار بھی نظر آتا ہے۔ سنگری منگر اور سیدے دونوں کو جوتے کی نوک پر رکھتی ہے۔ سیدے کے منہ پر تھوکنے اور اُسے انسان نہ سمجھنے پر اُس کو ہر قوت ذلیل کرنے کی سزا اس کو ایسی ملی کہ جبر کا شکار ہوتے آخر سپرد خاک ہو جاتی ہے۔ بقول حامد سراج:

"انواسی ایک ایسی عورت ہے جو وقت کے ہاتھوں کچلے جانے کے باوجود اپنی بقا کی جنگ اپنے کسے ہوئے کمان بدن۔۔۔۔ سے لڑتی رہی۔"(12)

سنگری کا کردار زوردار تھا جو ماں کے سامنے بھی لڑکھڑاتی نہیں تھی۔ سنگری بے خوف اور ضدی مزاج رکھتی ہے۔ بستی آدم واہن میں ہنگامی ماحول ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سیدا سنگری کو باندھ کر کوٹھے پر لے گیا، جیسے ہی سنگری کے منہ سے کپڑا کھولا

اس نے مزاحمت کی اور بنا خوف پھر اس کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کردار میں آخر تک کمزور پڑنے ناول نگار نے نہیں دیا۔ سنگری پر سیدے کے جبر نے بھی اس کو کمزور پڑنے نہ دیا جیسے ایک جگہ ناول نگار یوں عکاسی کرتا ہے:

"سنگری نے اُس کے منہ پر تھوکنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر کا غصہ بھی باہر تھوک دیا۔"(13)

اسی رات جہاں سنگری کو زمانے کے سامنے رُسوا کرنے اور اپنی موت جو انگریزوں کی بغاوت پر یہ سب سنگری کی زندگی مشکل میں ڈال دیتا ہے۔ ملوکاں جو سنگری کی ماں یہ بھانپ جاتی ہے اور اسے کوستی ہے لیکن بستی کے لوگوں سے اپنی درگت بننے سے پہلے سنگری مولوی جاراللہ سے نکاح کر لیتی ہے یہاں بھی وہ بے خوف اور زور دار کردار کے طور پر سامنے آتی ہے:

"اماں میرے پیٹ میں جو بھی ہے اُسی کا تو ہے۔۔۔ اپنے باپ کی عمر کے نیک شخص پر الزام لگا رہی ہے۔
یاد رکھ اُس نے سن لیا تو تیرے ٹوٹے کر دے گا۔۔۔ جب کہ سنگری یوں مزے لے لے کر بات کیے
جا رہی تھی جیسے بات نہیں بلکہ شیرے والے سوہن حلوے کی ڈلی چبائے جا رہی ہو۔"(14)

سنگری کا مولوی جاراللہ کے ساتھ نکاح کے بعد اس کا بیٹا پیدا ہوتا ہے جس کا نام امانت رکھا جاتا ہے۔ سنگری مولوی جاراللہ کی چوتھی زوجہ کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن بستی میں انتشار پھیلتا ہے تو مولوی جاراللہ کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں مولوی جاراللہ کا بڑا بیٹا سنگری اور اس کے بیٹے کو مارنے کی سازش کرتا ہے اور سنگری کا جینا حرام کرتا ہے۔ سنگری کو بخشو سے خوف محسوس ہونے لگا تو اپنی پناہ کے لیے مولوی جاراللہ کے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لیا:

"سنگری اس قسم کے فیصلے اس یقین کے ساتھ کرنے کی عادی ہو چلی تھی کہ ہر بُرا فیصلہ بھی اپنے پیدا
کردا گرداب سے نکلنے کا راستہ ضرور رکھتا ہے،، بس شرط اُسے تلاشنے کی ہوتی۔"(15)

بخشو بھی جلد موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے جس کی موت زہر کے باعث ہوتی ہے اس کا الزام سنگری پر آتا ہے لیکن سنگری اس کا الزام بھی منگر پر ڈال دیتی ہے۔ وقت کے سب ستم سہتے ایک دن بستی میں آئے سیلاب کے پانی کی نذر ہو گئی۔ "سنگری پر زنان خانے کا دروازہ گرا ہوا تھا کمر تک۔۔ اور چھل کا پانی گوڈے گوڈے۔۔ میں اُسے ملبے سے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن نکال نہیں سکا۔[16] یوں سنگری معاشرے کے ستم سہتے سہتے خود زمین بوس ہو گئی۔ ناول نگار نے انواسی کے کردار سے معاشرے کی اُن سب انواسی عورتوں کے جذبات کا اظہار عمدہ انداز میں کیا ہے:

"انواسی کی سنگری برصغیر میں صدیوں سے موجود عورت کے مثالی کردار میں جو رتی اور سیتا سے تشکیل
ہوتا ہے ایک اہم تغیر ہے۔ عورت کے تاریخی ارتقا کو سمجھنے کے لیے سنگری ایک اہم حوالہ
ہے۔"(16)

سیدے کا کردار ناول میں بغاوت کے طور پر نظر آتا ہے جو موت کا خوف کیے بغیر بغاوت کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ مردانہ کرداروں میں مضبوط تھا۔ بستی آدم واہن میں موجود قبرستان کو سنڈی ریلوے کمپنی اس قدیم قبرستان کو کئی اور منتقل کر کے اس جگہ

ریلوے بنانے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ جبکہ سیدے جیسا کردار آخر تک اس انگریز حکومت سے بغاوت کرتا رہا کہ ادھر سے قبرستان کو ہٹانا سپرد خاک ہونے والوں کی توہین ہے۔"دریائے ستلج کے شمالی کنارے پر سیدے اور اُس کے اسی بیاسی ساتھی گزشتہ تین راتوں سے مسلسل جگراتے میں تھے۔ کئی دنوں سے اُنہیں گورا حکومت کی جانب سے کسی اچانک حملے کا اندیشہ تھا۔[17] سیدہ اور اس کے دونوں ساتھیوں کو انگریز فوجی خاموشی سے گرفتار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا پھر بھی سیدے کو موت سے ڈر محسوس نہیں ہوا بلکہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل جاتی ہے۔ یہ کردار مضبوط ہونے کے ساتھ حالات کا مقابلہ بھی مضبوط انداز میں کرتا دکھائی دیتا ہے۔"حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔۔۔۔ ایک تلخ مسکراہٹ اُس کے چہرے پر پھیل گئی۔"(18)

منگر کا کردار بھی کچھ سیدے کی طرح تھا۔ منگر بھی انو اسی کا دلدادہ تھا اور سیدے سے الگ کرنے کی سنگری کی نظروں میں اعلیٰ بننے کی جستجو کرتا رہتا ہے۔ لیکن سنگری اسے ہمیشہ کم تر سمجھتی رہی یہاں تک کہ مولوی سے نکاح کے بعد مولوی کے تمام گھر والوں کو قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے لیکن منگر سنگری اور اُس کے بیٹے کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ ہر مشکل لمحات میں وہ سنگری کا مددگار ثابت ہوتا ہے لیکن سنگری اُس پر مولوی کے بھائی کے قتل کا الزام لگا دیتی ہے۔ لیکن اس وقت بھی وہ اس جھوٹے الزام کو اپنے اوپر لے لیتا ہے۔"سنگری نے ایک بار نظر بھر کر منگر کی طرف دیکھا۔۔۔۔ لمبی سانس لی اور پھر ایک ہی سانس میں وہی بیان دُہرا ڈالا جو اس سے پہلے سابقہ داروغہ کو دے چکی تھی۔ اُس کی نگاہ میں منگر ہی مولوی اللہ رکھے کے قتل کا ذمے دار تھا جس کی وہ چشم دید گواہ تھی۔[18] سیدے اور منگر کے کردار میں انگریزوں کی قبرستان کی بے حرمتی کے معاملے میں رائے یکسا تھی۔ لیکن فرق محض دونوں کرداروں میں یہ تھا کہ منگر اس معاملے میں سیدے کی طرح جذباتی نہیں تھا:

> "سیدا جوش ہی جوش تھا چاہے پوری بستی خون میں نہلا دی جائے جب کہ منگر سراپا جوش ہوتے ہوئے بھی ہوش کا دروازہ کھلا رکھے ہوئے تھا کہ کسی طور جانی نقصان سے بچا جا سکے۔"(20)

اروغہ کے حملے کے بعد منگر ملوکاں اور سنگری کو محفوظ مقام پر پہنچانے کی بھرپور جستجو کرتا ہے۔ سنگری کی جان بچانے بھاگا تھا کہ جب فسادیے مولوی صاحب کے قتل کے بعد اپنا اگلا شکار ڈھونڈنے کی جستجو میں تھا۔ علاوہ ازیں مولوی جاراللہ کا کردار جو سنگری کی باپ کی عمر کا تھا، جس کو سنگری نے نکاح پر مجبور کیا تو وہ بھی متفق ہو جاتا ہے اور سنگری سے نکاح کر لیتا ہے۔ مولوی بخش اللہ جو مولوی جاراللہ کا بیٹا ہے اس کا کردار ظالمانہ اور کہیں کہیں ہمدردانہ بھی نظر آتا ہے۔ جس نے مولوی کے قتل کے بعد سنگری کا جینا حرام کیا لیکن سنگری نے اس ظلم سے بچنے کے لیے ایک حربہ استعمال کیا تاکہ بخشو کے ظلم بچ سکے۔ اس نے بہت سوچ وبچار کے بعد اُس نے مولوی اللہ بخش کو تھوڑی ڈھیل دے کر دیکھنے کی کوشش کی۔ سنگری اس سے واقف تھی کہ بخشو نے اپنے باپ کی شادی کو اس سے کبھی جائز نہ سمجھا تھا۔ اس کے باوجود سنگری کی جانب بخشو کی پیش رفت کو قبول کرتے رہنے میں اس کی اور اس کے امانت

بھلائی تھی۔ جس طرح سے اُس پر الزام تراشیوں کے انبار لگاتا چلا جا رہا تھا، وہ چھوٹے زنان خانے میں تو کیا بستی رہنے کے قابل بھی نہ رہتی۔

محمد حفیظ خان کے کردار عام طور پر نچلے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے دیکھے بھالے ہیں۔ ان کے کردار اپنے عمل میں اپنے فلسفیانہ اور کہیں محض ایک پراسراری حیرت ہے جو زندگی کے سفر میں ہر حساس آدمی کو آخر آخر ضرور گھیر لیتی ہے۔ انکے دونوں ناولوں "ادھ ادھورے لوگ" اور "انواسی کے کرداروں میں بظاہر کچھ بھی انوکھا نہیں۔ یہ نہ زیادہ پڑھے لکھے ہیں اور نہ ہی دانشور۔ یہ وہ عام لوگ ہیں جو روٹین کی زندگی گزارتے ہیں اور یہ وہ زندگی ہے جس کی ایک طرح کے دن اور ایک طرح کی راتیں ہوتی ہیں۔ ناولوں کے اکثر کرداروں میں زندگی سے اکتاہٹ کا عنصر نظر آتا ہے۔ ہر کردار جب نئے روپ میں داخل ہوتا ہے تو خود کو مکمل تصور کرتا ہے۔ اپنی اپنی شناخت کے متلاشی کچھ کردار نظر آتے ہیں۔ جیسے ناول "ادھ ادھورے لوگ" کا فیاض ہے:

> "فیاض جیسے ان بدقسمت کرداروں کی جن کی زندگی محض اس لیے کبھی نہ پوری ہونے والی خواہشوں کی بھینٹ چڑھ گئی کہ وہ تقسیم ہند کے مضمرات میں سے گزرتے ہوئے ون یونٹ جیسی جکڑبندی کے ٹوٹنے اور بہاولپور صوبہ بحالی کی امید میں اپنی غصب شدہ پہچان تلاشنے کے سفر پر نکلے۔"(21)

دونوں ناولوں کے تقابلی جائزہ پر بات کروں تو انکے دونوں ناولوں کے کرداروں کے مکالمات، ان کی داخلی خود کلامی، ان کے خیالات اور زندگیوں کے واقعات اس طرح دلچسپ انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ تحریر کا ایک ایک لفظ قارئین کے لیے مفاہم کے نئے در وا کرتا ہے۔ "ادھ ادھورے لوگ" میں کچھ نسوانی کردار زوردار اور جنسی ہیجان میں مبتلا نظر آتے ہیں جیسے مہراں اور تلسی دونوں فیاض کی جانب مائل نظر آتے ہیں۔ "تلسی نے فیاض کی پائنتی کی جانب پکے فرش پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اس کے دونوں پیروں پر رکھ دیئے۔ فیاض کی آنکھ نہ کھلی تو تلسی نے پاگلوں کی طرح اس کے پاوں چومنے شروع کر دیئے۔"[22] اسی طرح "انواسی" ناول میں بھی سنگری کے کردار میں جنسی ہیجان میں مبتلا نظر آتا ہے۔ اس میں بھی زنانہ کردار کہیں زوردار نظر آتے ہیں اور کہیں کمزور۔ ان کے دونوں ناول اپنی اپنی جگہ بہترین ہیں لیکن زیر نظر عنوان دونوں ناولوں کا تقابلی جائزہ لوں تو ان کا "انواسی" ناول زیادہ شاندار ہے۔ سنگری کے کردار میں مزاحمتی عناصر تلسی کے کردار کی نسبت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ "انواسی" کے کرداروں میں سنگری، ایما، منگر، سیدے اور انگریز کردار جان برنٹن جیسے کرداروں نے ناول کو مزید دلکش بنایا ہے۔ حفیظ خان کے دونوں ناولوں کے تقابلی جائزے میں انواسی کی سنگری اور ادھ ادھورے لوگ کی تلسی خوبصورت فرضی کردار ہیں۔ "جہاں تک کرداروں کا سوال ہے تو محمد حفیظ خان کا ایک مرد لکھاری ہونے کے باوصف سنگری کی صورت میں ایک مرکزی نسوانی کردار کو ناول کے تمام باقی کرداروں پر حاوی و غالب دکھانا۔۔۔۔ عورت کی نفسیات کے جن مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا چلا جاتا ہے۔

حوالہ جات

1. اسلم آزاد،ڈاکٹر، اردو ناول آزادی کے بعد،موناتھ بھنجن یوپی: نکھار پبلیکیشنز1971ء،ص14
2. فقیر حسین،ڈاکٹر،اردو ناول کا ارتقاء،لاہور: بک ٹاک2014ء ص17
3. ای۔ایم۔فارسٹر، مترجم ،ابو الکلام قاسمی،ناول کا فن،لاہور:عکس پبلی کیشنز2019ء،ص:35
4. حفیظ خان،ادھ ادھورے لوگ، جہلم: بک کارنر،2019ء،ص299
5. ایضا،ص:11
6. ایضا،ص:204
7. ایضا،ص:72
8. ایضا،ص:147
9. ایضا،ص:31
10. ایضا،ص:9
11. محمد حفیظ خان،انواسی، جہلم: بک کارنر،2019ء،فلیپ
12. ایضا،ابتدائیہ
13. ایضا،ص:75
14. ایضا،ص:132
15. ایضا،ص:264
16. ایضا،ص:348
17. ایضا،ابتدائیہ
18. ایضا،ص:35
19. ایضا،ص:93
20. ایضا،ص:301
21. ایضا،ص:126
22. ایضا،ابتدائیہ
23. محمد حفیظ خان،ادھ ادھورے لوگ، جہلم: بک کارنر،2019ء،فلیپ

References in Roman Script

1. Aslam Azad, Dr., Urdu Novel Azaadi ky Baad, Monath Bhanjan UP: Nikhar Publications 1971, p. 14
2. Faqir Hussain, Dr., Urdu Novel ka Irtqa, Lahore: Book Talk, 2014 p.17
3. E. M. Forster, Translator, Abu Al Kalam Qasmi, Novel ka Fun, Lahore: Akas Publications, 2019, p:35
4. Hafeez Khan, Adh Adhore Log, Jhelum: Book Corner, 2019, p. 299
5. Ibid, p. 11
6. Ibid, p. 204
7. Ibid, P. 72
8. Ibid, p. 147
9. Ibid, p. 31
10. Ibid, p. 9
11. Hafeez Khan, Anwasi, Jhelum: Book Corner, 2019, cover flap
12. Hafeez Khan, Anwasi, Jhelum: Book Corner, 2019, Ibtadia
13. Hafeez Khan, Anwasi, Jhelum: Book Corner, 2019, p. 75
14. Ibid, p. 132
15. Ibid, p. 264
16. Ibid, p. 348
17. Ibid, p. Ibtadia
18. Ibid, p. 35
19. Ibid, p. 93
20. Ibid, p. 301
21. Ibid, p. 126
22. Ibid, Ibtadia
23. Hafeez Khan, Adh Adhore Log, flap